تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

جلد ۲ شمارہ ۴۴

۸ نومبر ۱۹۹۳ء

8/11/93

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی

مرکزی دفتر: ۶۷۔اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور

مقامِ اشاعت
۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

قیمت: پچاس پیسے

اے اللہ! رجالِ دین کے دلوں کو پھیر دے

بیم و رجا کی ملی جلی کیفیت میں مبتلا قوم نے آخر کار الیکشن ۹۳ء کا مرحلہ طے کر لیا۔ اس کے نتائج پر ہر کسی کو رائے دینے کا حق ہے تاہم ہمیں اصرار ہے کہ جس ردعمل کا اظہار ہم کر رہے ہیں وہ سب سے بڑھ کر لائق توجہ ہے کیونکہ ہم اقتدار کی اس کشمکش بلکہ مار کٹائی میں فریق نہیں تھے۔ ہمیں کسی کی ہار جیت سے کوئی ذاتی یا گروہی فائدہ یا نقصان نہیں ہوا۔ ہم عملی سیاست کے اس انتخابی اکھاڑے میں پہلے کبھی اترے نہ آئندہ کبھی اتریں گے لیکن نظری سیاست سے ہماری دلچسپی ہمیشہ برقرار رہی اور اب بھی ہے۔ وطن عزیز کی سلامتی اور اس کا استحکام کسی بڑے سے بڑے محب وطن کے مقابلے میں بھی ہمیں زیادہ عزیز ہے' اس لئے کہ ہم اس کے مستقبل سے امید لگائے بیٹھے ہیں۔ ہم اس خطہ ارضی میں نظام خلافت کے قیام کا خواب دیکھ رہے ہیں جس کی طرف سے میر عرب ﷺ کو ٹھنڈی ہوا آئی تھی۔ پاکستان اسی قدیم "خراسان" کا حصہ ہے جہاں سے ایک دن سیاہ علم اٹھائے لشکر نکلیں گے اور دشمنوں کے نرغے میں آئے ہوئے اسلام کی نصرت کریں گے۔

تازہ انتخابات کے آثار جونہی وطن کے افق پر نمودار ہوئے' تنظیم اسلامی کے امیر اور تحریک خلافت پاکستان کے داعی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنی قوم کو خبردار کر دیا تھا کہ چونکہ پوری دنیا میں آج سیکولرزم کا سکہ رواں ہے اور خود ہم نے بھی اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں کو خانوں میں بانٹ کر عملاً سیکولرزم کو قبول کر لیا ہے لہٰذا نئے عالمی نظام میں اب ملک خداداد بھی بے خدا سیکولرزم کی طرف تیزی سے پیش قدمی کرے گا جسے ہمارے رہنما اور قوم کے اس بہی خواہ نظری سیاستدان نے کسی بھی سیاسی جماعت کی ہار جیت سے وابستہ نہیں کیا بلکہ بین الاقوامی سطح پر ابھرنے اور ہر شے کو اپنے ساتھ بہا کر لے جانے والے دھارے کو موردِ الزام ٹھہرایا تھا۔ انہوں نے اس تناظر میں دینی قوتوں سے دو گزارشات البتہ کی تھیں۔ ایک یہ کہ انتخابی کھیل کے شوق فضول کو ترک کر کے پاکستان کے مسلمانوں کو دین کی طرف بے غرض دعوت دینے کا کام کریں اور منہج نبوی کی روشنی میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کا وہ راستہ تلاش کریں جو ہمیں اقامت دین اور قیام نظام خلافت کی منزل پر پہنچا کر ملک و قوم کے حقیقی استحکام کا باعث بنے گا۔ اور دوسری یہ کہ آج بھی اگر دین سے خلوص و اخلاص کا رشتہ رکھنے والی بعض مذہبی جماعتیں انتخابات کے راستے اسلام کے حق میں کسی بھی درجے کے خیر کی امید رکھتی ہیں تو وہ بھی ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر قوم کو نفاذ اسلام کا ایک واضح اور متعین لائحہ عمل دیتے ہوئے اس میدان میں حوصلہ آزمانے کے لئے اتریں اور یہ ممکن نہ ہو تو خدا کے لئے الیکشن کی معرکہ آرائی میں اسلام کو ہرگز نہ گھسیٹیں۔

یہ فغان درویش سنی ان سنی کر دی گئی اور اٹھتے بیٹھتے انقلاب کا کلمہ پڑھنے والوں کو بھی الیکشن کی "ایک ہو" نے دیوانہ بنا دیا۔ طاہر القادری صاحب نے البتہ فرزانوں کا سا کام کیا' یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے سونگھ کر ہی محسوس کر لیا تھا کہ اب کے بھی الیکشن کے انگور کھٹے ہیں لیکن ان کی پاکستان عوامی تحریک کی سوچ بھی وہاں نہ پہنچ سکتی تھی جہاں انتخابی مہم کو ایک "مرد قلندر" نے پہنچا کر دم لیا۔ دوسری مذہبی سیاسی جماعتیں کتنا بھی نیچے اترتیں' اس "عوامی" سطح پر ہرگز نہیں آ سکتی تھیں جس پر پہنچنے کا جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے "کسب کمال" کیا ہے۔ ہم اب بھی انہیں جماعت اسلامی کا امیر ہی کہتے ہیں ورنہ پاکستان اسلامی فرنٹ کے تو وہ دیوتا تھے' دشم اوتار تھے۔ پنجابی فلمی گانوں اور لوک دھنوں کی طرز پر بھانڈوں اور میراثیوں کی آوازوں میں ریکارڈ کر کے ملک بھر کے گلی کوچوں میں پھیلائے گئے ترانوں اور نغموں کو سن کر دیکھ لیجئے۔ ان میں اللہ کا ذکر ہے نہ رسول کا' بس قاضی ہی "دم دم دے اندر" ہے۔ اور تو اور سید مودودی اور مرشد مودودی بھی طاق نسیاں کی نذر ہو گئے۔ صحافیوں اور کالم نویسوں نے امیر جماعت کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور بانس پر چڑھا کر ان کا قد و قامت اتنا بلند کر دیا کہ دوسری ہم سفر مذہبی جماعتیں تو کیا' ملک کے دو بڑے متحارب فریق بھی انہیں بونے نظر آنے لگے۔ ایسے میں اتحاد و اشتراک کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا تھا۔

دینی و مذہبی سیاسی جماعتیں اپنی قوت مجتمع نہ کر سکیں اور ہاتھیوں کی لڑائی میں مینڈکوں کی طرح کچلی گئیں۔ منقسم مینڈیٹ کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک آدھ کی چندے آؤ بھگت شاید ہو جائے لیکن اسلام اور اسلام کا نام لینے والوں کی آبرو کو جو بٹہ لگا ہے اس کی تلافی اب بہت محنت طلب کرتی ہے۔ ان سے درخواست کی گئی تھی کہ تین تیرہ بارہ بانٹ ہو کر الیکشن لڑنا ہے تو اسلام کو مسئلہ نہ بنائیں' انہوں نے تو یہ نصیحت مان کر نہ دی لیکن ووٹروں نے اسلام کے نام پر ووٹ کی بھیک نہ دے کر اس نصیحت کو بانداز دگر قبول کر لیا۔

اپنے کرتوتوں کی پاداش میں اگرچہ ہماری دعاؤں کی اثر کے ساتھ دشمنی ہو گئی ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے در کے سوا کہاں جا کر فریاد کریں چنانچہ اسی کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ رجال دین' علمائے کرام اور اسلام پسندوں کے دلوں کو پھیر دے جو اس کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ انہیں انتخابی دلدل سے نکال کر دعوت و تبلیغ کے ذریعے عامۃ الناس میں اثر و نفوذ کی اور مزاحمتی' احتجاجی و مظاہراتی سیاست کے ذریعے سیکولر نظام زندگی کا مقابلہ کرنے کی توفیق دے جو مغرب زدہ مقتدر طبقات کی طرف سے دبے پاؤں بھی آ رہا ہے اور حکومت بھی اسے دستوری و قانونی راستے سے مسلط کرنے کا ارادہ رکھتی ہے کیونکہ "بنیاد پرست اسلام" کی اس فیصلہ کن شکست کے بعد فرنگ کا دباؤ ناقابل برداشت ہو جائے گا۔ OO

نئی دنیا کو اسلام کی دعوت کیسے دی جائے

بدلے ہوئے حالات میں تبلیغ کا انداز بدلنا ہوگا

ترکی کے ایک بزرگ شیخ سید محمد ناظم کے خیالات جن سے پورے طور پر اتفاق تو شاید نہ کیا جاسکے تاہم اس میں ہمارے لئے غور و فکر کا سامان موجود ہے!

امت مسلمہ کا بنیادی فریضہ شہادت حق ہے۔ یہ فریضہ ادا کرنے کیلئے دنیا میں نہ کوئی نیا رسول آئے گا اور نہ کوئی نئی امت تشکیل پائے گی۔ آخری نبیؐ کی آخری امت کو ہی یہ ذمہ داری تفویض کی گئی ہے کہ وہ اسلام اور قرآن کے پیغام کو دنیا کے ہر ہر حصے اور طبقے میں پہنچائیں۔ یہ دعوتی اور تبلیغی کام ہی مسلمانوں کا مقصد اولیٰ ہے جسے تبلیغ کا نام بھی دیا گیا ہے اور حال ہی میں ایک اخباری ادارہ کی مجلس میں تبلیغ اور خاص طور پر یورپ میں تبلیغ اسلام کے موضوع پر ترکی کے ایک عالم دین اور سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ شیخ سید محمد ناظم العادل الحقانی القبرصی نے اظہار خیال کیا ہے جو اسلامی تحریکوں اور اس کے کارکنوں کیلئے اہم اور توجہ طلب ہے۔

سید محمد ناظم العادل کا فرمانا ہے کہ مسلمانوں کے اعمال دیکھ کر لوگ اسلام سے بھاگ رہے ہیں۔ یورپی لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ آپ کا اسلام کہاں ہے؟۔ دنیا کا کوئی ایسا حصہ بتایئے جہاں اسلام کی برکتیں دیکھی جا سکتی ہوں ورنہ خود مسلمانوں کو ہم دیکھتے ہیں تو ان سے ہم ہی اچھی حالت میں ہیں۔ ترک بزرگ نے دوسری بات یہ کہی کہ یورپ میں تبلیغ کا نام ہی نام ہے، شتر بے مہار کی طرح لوگ بھٹکتے ہیں اور نتائج حاصل نہیں کرسکتے۔ کروڑوں روپے کی امداد سے اسلامی سنٹر چل رہے ہیں لیکن وہ اسلام کی بجائے مختلف مسلمان ملکوں کے سیاسی مفاد کیلئے کام کرتے ہیں۔ جو لوگ اور ادارے نیک نیتی سے تبلیغ کرتے ہیں، وہ بھی تبلیغ کا صحیح طریقہ نہیں جانتے۔ اسلام برداشت، تحمل اور رواداری کا سبق دیتا ہے، اس کی تعلیم ہے کہ دین کو احسن طریقے سے پیش کرو مگر ہمارا رویہ اس سے بالکل ہٹ کر ہے۔ ایک بات اور انہوں نے یہ کہی کہ مغرب کو آپ دماغ کے راستے دین پر نہیں لاسکتے، عقل میں وہ آپ سے کہیں زیادہ ہیں اس لئے قلب سے اپیل کرنی ہوگی اور یہ صوفیانہ طریقے سے ممکن ہے مگر پاکستان کی تبلیغی تنظیمیں تصوف سے ناواقف ہیں۔

ترک بزرگ کے خیالات سے قطع نظر، یہ ایک اہم سوال ہے کہ مسلمان دوسروں تک حق پہنچانے کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں یا نہیں اور نہیں کر رہے ہیں تو اس کیلئے انہیں کیا کرنا چاہئے۔ ہندوستان میں مسلمانوں نے کئی سو سال حکومت کی۔ اگر اس حکومت کے دوران مسلمان صرف معاشرتی مساوات کی اسلامی تعلیم ہی کا مظاہرہ کرتے تو وہ ہر جگہ اکثریت میں ہوتے لیکن مسلمانوں نے اس معاشرتی مساوات کو چھوڑ کر خود بھی ہندوؤں کے ذات پات اور چھوت چھات کے فلسفہ کو اپنا لیا۔ جن لوگوں کو اونچی ذات کے ہندو نیچ سمجھتے اور ناپاک خیال کرتے تھے، ہم نے بھی انہیں نیچ اور ناپاک خیال کیا جبکہ عیسائی مشنریوں نے درجہ انسانیت سے گرے ہوئے لوگوں کو پست سطح سے اوپر اٹھانے کیلئے کام کیا اور انہیں عیسائی بنانے میں وہ کامیاب رہے۔ تاہم ان کی عیسائیت چونکہ مغربی سامراجیت کا ایک شاخسانہ تھی اور سلطنت کیلئے وفادار طبقہ پیدا کرنا مقصود تھا اس لئے یہ کوئی بڑی کامیابی حاصل نہیں کر سکی۔ پھر بھی آسام اور ناگا لینڈ کے شمالی حصوں، جنوبی ہند اور خود پنجاب میں انہیں ایسی کامیابی حاصل ہوئی ہے جس پر وہ فخر کرسکتے ہیں۔

افریقہ میں بھی عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں زوروں پر ہیں۔ وہاں ابھی بہت سے قبائل بت پرست ہیں اور انہیں فیصلہ کرنا ہے کہ وہ عیسائیت اختیار کریں یا اسلام۔ برصغیر میں جو علاقہ مسلم اکثریت کا ہے، وہ بنیادی طور پر ہندومت کا علاقہ نہیں تھا۔ یہاں بدھ مذہب کے ماننے والے افغانستان، پنجاب اور سندھ میں بہت تھے جنہیں ہندو راجاؤں نے زبردستی غلام بنا رکھا تھا۔ مسلمانوں کی آمد کو انہوں نے اپنے لئے نجات کا سبب سمجھا اور بدھ آبادی مسلمان ہوتی چلی گئی۔ ان کے ساتھ ہندو بھی مسلمان ہوئے لیکن ہندومت کے اصل علاقہ میں اسلام کی یلغار رک گئی تھی اور اب تک رکی ہوئی ہے۔ اب ہمارا خیال ہے کہ ہندوؤں سے تو چونکہ ہماری قومی عداوت قائم ہوگئی ہے اس لئے انہیں چھوڑ دیں

اور یورپ جا کر تبلیغ اسلام کریں۔

سب سے پہلے قادیانیوں نے یورپ جا کر اپنے مشن قائم کئے اور اس بات پر وہ نازاں تھے کہ یورپ میں تبلیغ صرف ہم کر رہے ہیں۔ بہت سے مسلمان تاجر جو مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے' وہ بھی قادیانی مشن کو پیسے دیتے تھے کہ چلو یہ جیسے بھی ہیں لیکن اسلام کا نام یورپ میں پہنچا رہے ہیں اس لئے اس ضمن میں ان کی مدد کرنی چاہئے۔ بعد میں دوسرے مسلمان عالموں اور بزرگوں نے بھی یورپ میں اپنے تبلیغی مشن قائم کئے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے والد محترم شاہ عبدالعلیم کا ورلڈ اسلامک مشن کافی مشہور رہا ہے۔ اس نے اچھا خاصا کام بھی کیا لیکن اس انداز کی تبلیغ سے وہ فریضہ شہادت حق ادا نہیں ہو سکتا تھا جو امت مسلمہ کی اصل ذمہ داری ہے۔ اسلام کی تبلیغ صرف مذہب پھیلانے کیلئے نہیں ہوتی ہے' انقلاب برپا کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اس تبلیغ کا مقصد چند یا بہت سے لوگوں کا عقیدہ درست کرنا نہیں' اس سے کہیں بڑھ کر یہ ہے کہ نظام باطل ختم ہو' نظام حق جاری وساری ہو جائے اور دنیا کو ایک نئی امامت اور قیادت حاصل ہو جو تاریخ کے دھارے پر اثرانداز ہو۔

اس تناظر میں اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ چند مسلمانوں کو علم کلام ومناظرہ سکھا کر مختلف ملکوں میں اپنا مذہب پھیلانے کیلئے بھیج دیا جائے کیونکہ اس طرح اگر مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو تب بھی یہ اصل مقصد کیلئے کافی نہیں۔ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد کم نہیں' یہ پہلے ہی بہت ہیں لیکن بہت ہونے کے باوجود اسلام کہیں نہیں ہے' نہ ہمارے اپنے ملکوں میں اور نہ دوسرے دیس میں۔

اسلامی دعوت اور تبلیغ کے سلسلہ میں یہ بھی ایک نقطہ نظر ہے کہ پہلے مسلمانوں کو مسلمان بناؤ۔ یہ نسلی مسلمان اصلی مسلمان بن جائیں گے اور صحیح معنوں میں ایک مثالی اسلامی معاشرہ قائم کر لیں گے تو ساری دنیا اس کی برکات کا مشاہدہ کر کے از خود قائل ہو گی۔ دنیا کے پاس اتنی فرصت نہیں ہے کہ وہ اسلام پر لیکچر سنے پھر ہر شخص لیکچروں کو سمجھ بھی نہیں سکتا نہ تحقیق مذاہب کا جویا ہو سکتا ہے۔ مگر جو چیز عمل میں ہو گی' وہ توجہ کو لازماً اپنی جانب کھینچے گی اور دیکھی سمجھی بھی جائے گی۔ پھر اسے لوگ اپنا بھی لیں گے اور اصل شہادت حق یہی ہے کہ حق کو معاشرہ میں مجسم اور جاری وساری کر کے بتایا جائے۔ چنانچہ تبلیغ کا پہلا مرحلہ نامسلمانوں کو مسلمان بنانا ہے اور مسلمان ملکوں میں اسلامی نظام اور معاشرہ بالفعل قائم کرنا ہے۔ مختلف قوموں اور ملکوں کیلئے ان کی زبانوں میں تھوڑا بہت اسلامی لٹریچر تیار تو ضرور ہونا چاہئے اور اسلام کی اشاعت بھی ہوتی رہنی چاہئے تاہم بنیادی توجہ مسلمان عوام اور مسلمان ملکوں پر ہونا چاہئے' انھی کی حالت بدل کر دنیا کے سامنے اسلام کا نمونہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ مسلمانوں کی حیثیت ان بگڑے ہوئے مسلمانوں کی ہے جن کو یہود و نصاریٰ کہا گیا۔ ان کے پاس حق تھا' کتاب تھی لیکن وہ ان کے کسی کام نہیں آئی اور بحیثیت مجموعی یہ ضال اور مغضوب علیہم گروہ قرار پائے۔ یہی حال موجودہ مسلمانوں کا ہے' ان سے کوئی توقع رکھنا بے کار ہے۔ سابقہ یہود ونصاریٰ کی ایک ایک برائی ان میں موجود ہے' یہ اپنے آپ کو حق کا اجارہ دار سمجھتے ہیں اور اتراتے پھرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ خدا کی محبوب قوم ہیں اور خدا لازمی طور پر معرکہ میں ان کا مددگار ہو گا۔ یہ اپنے مفادات کیلئے کتمان حق کرتے ہیں' ان کے احبار ورہبان ان کے جھوٹے خدا ہیں اور انہیں عذاب کے راستے پر لے جاتے ہیں۔ ان کے امراء اور حکام خودغرضی وہوس میں ڈوب گئے ہیں جو قومی رہنمائی کی بجائے قوم کو مزید بدراہ کرتے ہیں۔ خود عوام الناس کا یہ حال ہے کہ توہمات ان کا مذہب' تفرقہ ان کی سیاست اور خراب وخستہ ان کی معیشت ہے لیکن وہ اس حال میں ہی مست ہیں۔ کوئی جوہر ان میں موجود نہیں' یہ تاریخ کا فضلہ ہیں جس سے بس بدبو اٹھے گی۔ یہ اپنا دین و دنیا دونوں برباد کر چکے ہیں۔ مذہب کے نام پر ایک منافقت چل رہی ہے ورنہ حقیقی مذہبی روح ان میں کہیں نہیں اس لئے ان سے کوئی توقع ہی بے کار ہے اور کوشش اس بات کی کرنی چاہئے کہ امت مسلمہ میں کہیں سے کوئی نیا خون شامل ہو۔ اس نئے خون سے نیا ابھار پیدا ہو گا۔ پہلے بھی ایسا ہوتا رہا کہ عرب بے کار ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ترکوں کے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا دے دیا۔ ہندی اور افغانی مشرف بہ اسلام ہوگئے اور نئی نئی قومیں دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں جس سے جمود ٹوٹا' نیا منظر پیدا ہوا اور اب بھی کسی نئے منظر کیلئے کسی نئی قوم کو اسلامی سچائیوں کا امین بن کر اٹھنا چاہئے ورنہ موجودہ مسلمانوں پر انحصار رکھا گیا تو یہ وہ درخت ہے جو سوکھ گیا ہے اور اس پر پھل آنے کے کوئی آثار نہیں۔

یہ دو نقطہ نظر اگرچہ متصادم ہیں مگر دونوں توجہ طلب ہیں۔ مسلمانوں کے بغیر "اسلام" کا کوئی وجود یا اظہار نہیں ہو سکتا اس لئے مسلمانوں کی حالت بدلنے کی کوشش لازمی ہے۔ مسلمانوں کو جوں کا توں رکھ کر اسلام کو نیک نام بنانے کے لئے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر مسلمانوں کا مجموعی طرز عمل ایسا ہے کہ اس سے نفرت اور وحشت پیدا ہو یا وہ ایک مضحکہ نظر آئیں یا قابل رحم حالت میں مبتلا پائے جائیں تو ایسے مسلمانوں کی وجہ سے اسلام کے متعلق بھی غلط تاثر دنیا میں عام ہو گا۔ گویا دعوت اسلامی کا اولین مخاطب بہرحال مسلمانوں کو ہونا چاہئے اور اصلاح کی پہلی کوشش اصلاح المسلمین کے سلسلہ میں ہونی چاہئے جب کہ دوسرے نقطہ نظر کا اپنا ایک وزن ہے۔ اس نقطہ نظر کو اس کے شدت اظہار کی بنا پر ناپسند کیا جا سکتا ہے وگرنہ یہ حقیقت ماننی ہو گی کہ ملت اسلامیہ کو نئے خون کی ضرورت ہے۔

ماہرین کی رائے یہ ہے کہ وہ خاندان جو آپس میں ہی شادی بیاہ کے ذریعہ محدود ہوتے ہیں' ایک طبعی کمزوری اور بہت سی بیماریوں کا حامل ہو جاتے ہیں اور یہ بیماریاں ایک بند دائرے میں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ اگر قوموں اور نسلوں کا اختلاط ہو تو ایسی نسل پیدا ہوتی ہے جو ذہنی وجسمانی خوبصورتی اور توانائی کے لحاظ سے بہتر ہوتی ہے۔ اس خیال کے مطابق مذاہب اور ملتوں کو بھی ایک خاص وقفے کے بعد تازہ خون کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ نہ ملے تو وجود گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے اس پر بھی سوچنا چاہئے کہ ہم نیا خون کہاں سے اور کس طرح سے حاصل کر سکتے ہیں۔ یہاں پھر ہمیں دو نقطہ نظر ملتے ہیں' ایک یہ ہے کہ ہمیں مغرب سے لڑنا ہو گا' ہندو و یہود سے تصادم مول لینا ہو گا اور اس میں فتح مند بن کر ابھرینگے تو اسلام کا جہاں وسعت پذیر ہو سکے گا ورنہ وہ ہمیں نوالہ بنا لیں گے' ہمارا وجود بھی نہیں رہے گا اس لئے معرکہ آرائی کے طبل بجادو' فیصلہ کن تصادم کیلئے لشکر آرائی کرو اور سر ہتھیلی پر رکھ کر جنگ و جہاد کا علم لہراؤ۔ اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں رہ گیا ہے۔

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36-K, Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

جب کہ دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ مومن کی اصل لڑائی بے تیغ لڑائی ہے' اس میں وہ قلوب اور اذہان کو فتح کرتا ہے' قومی' نسلی' علاقائی عصبیتوں کی دیواروں کو گراتا ہے اور ان دیواروں کو گرانا ہی اصل مسئلہ ہے۔ مغرب میں پہلے پادریوں نے اسلام کے خلاف ایک دیوار عصبیت کھڑی کی' پھر موجودہ مادہ پرستانہ مغربی تہذیب نے ان دیواروں کو اور اونچا کیا اور مسلمانوں کے متعلق مغربی معاشرہ میں ایک خراب تاثر کو عام کیا گیا ہے۔ یہ خراب تاثر قائم کرنے میں ہم نے بھی مغرب کے اسلام دشمنوں کی مدد کی ہے اس لئے پہلے رابطہ قائم کیا جائے' غلط تاثر کو دور کرنے کا کوئی بندوبست ہو اور اہل اسلام کو ان سے متعارف کرایا جائے۔ محض جوش جہاد یا بے جا تفاخر کا شکار ہو کر بھڑ جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور دنیا میں مسلمانوں کی ہر جگہ کوشش ہونی چاہئے کہ وہ نسلی و قومی جنگ کے حالات کو ختم کرکے ایسی فضا بنانے کی کوشش کریں جس میں دوسری قوموں اور ملتوں سے ڈایلاگ ہو سکے اور مجادلہ کی بجائے مذاکرہ ہو تاکہ اسلام کو صحیح صحیح ان تک پہنچایا جائے ورنہ نسلی اور قومی جنگوں کی آگ انہیں بھی بھسم کرتی ہے اور اسلامی دعوت کے امکانات کو بھی۔

یہ دونوں نقطہ نظر وزن رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کی قومی اور وطنی حیثیتیں بھی ہیں' ان حیثیتوں میں ان کا دوسری قوموں اور اوطان سے ٹکراؤ ہے اور ہر ٹکراؤ کے لئے بھی تیاری ناگزیر ہے لیکن ٹکراؤ کو ٹالنے کا فن بھی آنا چاہئے اور ہمیں دنیا کی سب قوموں سے زیادہ اس کے لئے کوشاں ہونا چاہئے کہ دنیا لڑائی بھڑائی کی نہیں' افہام وتفہیم کی دنیا ہو اور بات سمجھنے کی فضا عام ہو۔ اس نقطہ نظر سے ہمیں یورپ ہی نہیں' اپنے سب سے بڑے مخالف ہندوستان کو بھی دیکھنا چاہئے کہ عام ہندو تک اسلامی پیغام کی رسائی کیسے ہو سکتی ہے اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ قومی عداوت کا موجودہ ماحول ختم کرکے ایک نئی فضا بنائی جائے جس میں کسی ہندو کے لئے یہ ممکن ہو جائے کہ وہ مطالعہ اسلام کرے اور حق کے لئے اس کے سینے میں کشادگی پیدا ہو۔

ہم یورپ میں تبلیغ کی باتیں کرتے ہیں' وہاں بھی تبلیغ ضرور ہونی چاہئے لیکن اس برعظیم پاک و ہند کے متعلق یہ سمجھنا غلط ہے کہ یہاں کسی کو مسلمان کرنے کی ضرورت نہیں' یہاں کسی کے مزید مسلمان ہونے کا امکان بھی نہیں اس لئے بس اپنی جنگ کا علم اٹھائے اٹھیں اور شہادت حق یا دعوت و تبلیغ کو اپنے لائحہ عمل سے خارج سمجھیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آخرت میں ہم مسلمانوں سے یورپ سے زیادہ اس برعظیم کے بارے میں پوچھ ہوگی کہ سینکڑوں سال وہاں رہنے بسنے کے بعد اسلام کے پیغام کو دلوں میں اتارنے کیلئے کیا کچھ کیا گیا؟

ترک عالم دین اور بزرگ نے تصوف کی بات بھی کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جو لوگ تصوف کے خلاف ہیں ان کے دلوں میں بغض' حسد اور سختی ہے اس لئے ان کا طریقہ تبلیغ بھی سخت اور کرخت ہے جبکہ تصوف کی ضرورت اس لئے ہے کہ ہم لوگوں کو دماغ کے راستے دین پر نہیں لاسکتے۔ اس کے لئے ان کے قلب کو متاثر اور مسخر کرنا ہوگا۔ یہ نکتہ بھی توجہ طلب ہے۔ تصوف کے نام پر بہت سی خرابیاں عام ہوتی رہی ہیں مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں صوفیاء کا طریق کار کامیاب رہا ہے جس کا مطالعہ کیا جانا چاہئے اور اسلامی تحریکوں کو اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔ اگر امریکہ اور یورپ میں ہندو جوگی شہرہ حاصل کرسکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان تبلیغ کے لئے صوفیاء کے طریقوں کو اختیار نہ کریں۔ متلاشیان حق کا ایک بڑا طبقہ وہ ہے جو روحانی بے چینی کا شکار ہے' اسے اپنا قلبی اطمینان چاہئے اور اس کے لئے وہ عقلی اور علمی موشگافیوں کی بجائے افکار واشکال سے روحانی سکون حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے اسلامی تحریکوں کے داعیوں کے پاس ضرور کچھ نہ کچھ ہونا چاہئے۔ لیکن آج بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ پرانی دنیا ہر جگہ ٹوٹ رہی ہے اور ہر ایک یہ سوچتا ہے کہ اکیسویں صدی کا جہاں نو کیا ہونا چاہئے اس کے لئے اسلامی بنیادوں کو واضح کرنا ہوگا اور اس مقصد کے لئے علمی جنگ بھی لڑنی پڑیگی۔

ایک بڑا مسئلہ مسلمانوں کی مختلف قومی جنگوں کا ہے جو کشمیر سے لے کر فلسطین تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ان جنگوں سے دستبرداری اختیار نہیں کی جاسکتی مگر مسلمان آزاد نہیں ہیں کہ وہ یہ جنگ جس طرح چاہیں لڑیں۔ انہیں ہر جگہ اپنی جنگ کو اسلامی ضابطہ اور اخلاق کے مطابق رکھنا ہوگا۔ ایسی دہشت گردی جس میں معصوم لوگ نشانہ بنیں یا راہ چلتے پر حملے ہوں کسی طرح جائز نہیں ہے اور مغرب کی کوشش یہ ہے کہ ان مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرے۔ ہمیں یہ الزام خواہ مخواہ اپنے آپ پر اوڑھ کر اپنے لئے اور اسلام کیلئے نئی رکاوٹ اور مصیبت نہیں کھڑی کرنی چاہئے۔ ○

○